



سوال

(491) ایک طالبہ کے دینی جذبات

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ ”اہل حدیث“ کی معرفت کالج کی ایک طالبہ کا خط موصول ہوا ہے جس میں لپٹے دینی جذبات کا باس الفاظ اظہار کیا گیا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کا بہت شوق ہے لیکن صنف نازک ہونے کی وجہ سے اس سعادت کو حاصل نہیں کر سکتی، نیز میرے والد گرامی جہاں میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں وہاں دینی لحاظ سے مطمئن نہیں ہوں، اس ذہنی الجھن سے نجات حاصل کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں میری راہنمائی فرمائیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اعزاز ہے، بلکہ شہادت کی تمنا کرنا ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے بائیں الفاظ اپنی خواہش کا اظہار فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں، پھر مجھے زندگی مل جائے، پھر اللہ کی راہ میں کٹ جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، پھر مجھے زندگی دی جائے، پھر اللہ کے راستہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں۔“ [صحیح بخاری، الجہاد: ۲۷۹۰]

عورتوں کے لئے جہاد میں شرکت کے لئے کسی ایک موقع ہیں، لیکن ان کا شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ ”تمہارا جہاد بیت اللہ کالج کرنا ہے۔“ [صحیح بخاری، الجہاد: ۲۸۷۵]

اللہ کے دین میں عورتوں کے اس جہاد ”جہاد بیت اللہ“ کی اس قدر اہمیت ہے کہ ایک آدمی جس نے غزوہ میں شرکت کے لئے نام لکھوا رکھا تھا، اسے واپس کر دیا گیا کیونکہ اس کی عورت حج کرنا چاہتی تھی۔ [صحیح بخاری، الحج: ۱۸۶۲]

اس پر فتن دور میں عورتوں کو چاہیے کہ گھر میں چار دیواری میں بسبتے ہوئے، فرائض و واجبات کی پابندی کریں۔ چادر اور چار دیواری کا تحفظ ہی ان کے لئے جنت کی ضمانت ہے۔ کتب احادیث میں شہادت کی کسی ایک صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اگر نیت خالص، ایمان کامل اور یقین صادق ہے تو اللہ تعالیٰ شہادت کا شوق رکھنے والی عورتوں کو اس سعادت سے محروم نہیں کرے گا۔ اب ہم سوال میں پیش کردہ ذہنی الجھن کا حل پیش کرتے ہیں۔

رشتہ ازواج دنیا کا بہت حساس اور انتہائی قیمتی بندھن ہے، اس لئے اس کے ہر نازک پہلو پر سنجیدگی کے ساتھ غور و فخر کر کے سرانجام دینا چاہیے۔ اسے عام حالات میں ایک بار ہی



ادا کیا جاتا ہے۔ بجلی کے بلب کی طرح نہیں ہے، کہ جب بجی چاہے اتار کر دوسرا لگا دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں جو راہنما اصول متعین فرمائے ہیں، اگر انہیں پیش نظر رکھا جائے تو کبھی ناکامی اور خسارے کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ہمارے ہاں عام طور پر نکاح کے لئے مال و متاع، حسن و جمال، حسب و نسب کو دیکھا جاتا ہے، جبکہ شریعت کی نظر میں یہ چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں اولیت اور ترجیح دین و اخلاق کو حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ”نکاح کئے لئے عورت کی چار چیزوں کو دیکھا جاتا ہے، یعنی اس کا مال، خوبصورتی، خاندانی حسب و نسب اور اسلامی اقدار وغیرہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ دین داری کو ترجیح دے کر کامیابی حاصل کرے۔“ [صحیح بخاری، النکاح: ۵۰۹۰]

جو لوگ دین کو نظر انداز کر کے دیگر معیار زندگی دیکھتے ہیں، وہ جلد ہی اس کے بھیانک انجام سے دوچار ہو جاتے ہیں کیونکہ ”بلند معیار“ کی تلاش میں بیٹوں کو اپنے گھر کی دہلیز پر بوٹھا کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد فتنہ و فساد کے علاوہ کیا مل سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”جب تمہارے پاس دین و اخلاق کا حامل رشہ آئے تو نکاح کر دو، بصورت دیگر فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔“ [ترمذی، النکاح: ۱۰۸۵]

نکاح کے سلسلہ میں نہ تو والد کو کئی اختیارات ہیں کہ وہ جہاں چاہے اپنی بیٹی کو اعتماد میں لئے بغیر اس کا نکاح کر دے اور نہ ہی عورت مطلق العنان ہے، کہ وہ اپنی مرضی سے جس سے چاہے نکاح کر لے بلکہ جہاں سرپرست کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، وہاں اسے پابند بھی کیا گیا ہے کہ نکاح سے پہلے وہ بیٹی یا بہن کو اعتماد میں لے۔ امام بخاری رحمہ اللہ جو امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور ان کی مصالح عباد پر بڑی گہری نظر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ استدلال میں نصوص کا پہلو بھی انتہائی مضبوط رکھتے ہیں۔ نکاح کے سلسلہ میں انہوں نے بہت متوازن راہنمائی کی ہے۔ وہ سوال میں ذکر کردہ ذہنی الجھن کے حل کے لئے ایک عنوان باہن الفاظ قائم کرتے ہیں ”جس شخص کا یہ موقف ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے سلسلہ میں ولی سرپرست کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، پھر ایک دوسرا عنوان قائم کرتے ہیں کہ ”کوئی باپ یا کوئی دوسرا رشہ دار کسی کنواری یا شوہر دیدہ کا نکاح اس کی رضا کے بغیر نہ کرے۔“ ان ابواب کا تقاضا ہے کہ نہ تو کھلی آزادی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے شادی رچالے اور نہ ہی وہ اس قدر مقصور و مجبور ہے کہ اس کا سرپرست جہاں چاہے جس سے چاہے اس کا عقد کر دے بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ایک تیسرا عنوان بیان کرتے ہیں ”اگر کسی نے اپنی بیٹی یا بہن کی مرضی کے بغیر نکاح کر دیا تو یہ نکاح مردود ہے۔“

در حقیقت شریعت اعتدال کو قائم رکھنا چاہتی ہے نہ تو سرپرست کو لٹنے و وسیع اختیارات حاصل ہیں کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کی مرضی کے بغیر جہاں چاہے جس سے چاہے نکاح کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک نکاح ایسا ہوا تو آپ نے بچی کی صوابدید پر موقوف رکھا کہ اگر وہ چاہے تو اسے مسترد کر دے۔ [صحیح بخاری، النکاح: ۵۱۳۸]

اور نہ ہی عورت کو اس قدر کھلی آزادی دی گئی ہے کہ وہ خود سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کر کے اپنے خاندان کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا دے۔ ہاں اگر باپ یا دوسرے سرپرست کے متعلق باوثوق ذرائع سے پتہ چل جائے کہ وہ اپنے زیر سرپرست کے لئے مہر و وفا کے جذبات سے عاری ہے یا وہ دینی و دنیوی مفادات کا محافظ نہیں ہے تو وہ خود بخود حق ولایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے، چنانچہ بعض روایات میں ولی مرشد کے الفاظ ملتے ہیں۔ [بیہقی، ص: ۱۲۳، ج: ۴]

اس صورت میں حق ولایت خود بخود دوسرے قریبی رشہ دار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اگر تمام سرپرست کسی غلط جگہ پر نکاح کرنے کے لئے اتفاق کر لیں (اگرچہ ایسا بہت کم ہوتا ہے) تو گاؤں یا شہر کے سرکردہ اور شریف الطبع لوگوں کی سرپرستی میں نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ صورت بھی ناممکن ہو تو بالاتر عدالتی چارہ جوئی میں کوئی قباحت نہیں۔ اگر عدالت دیاستداری کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچے کہ تمام سرپرست نکاح کے لئے کسی غلط کار کا انتخاب کئے ہوئے ہیں تو حج کی سرپرستی میں نکاح کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر باپ یا کوئی دوسرا سرپرست صحیح جگہ پر نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن وہاں لڑکی آمادہ نہیں یا اپنی کسی غلط کاری کی وجہ سے کسی ایسی جگہ رشہ کرنا چاہتی ہے جو خاندان کے لئے باعث ننگ و عار ہے یا اپنے آشنا کے ساتھ جھگ کر عدالتی چھتری کے نیچے نکاح کر لیتی ہے تو ایسے حالات میں عدالتی نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں ہمارا عزیزہ کو یہی مشورہ ہے کہ وہ چادر اور چادر دلواری کا تحفظ کرتے ہوئے اپنے والد کو کتاب و سنت کے دلائل سے آمادہ کرے کہ نکاح کے متعلق دینی و اخلاقی اقدار کو اولیت حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں از خود کسی رشہ کی نشاندہی کرنے کے بجائے یہ انتخاب والدین کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی مضبوط تعلق قائم کیا جائے اور دعا کرتی رہے کہ وہ اسے دینی لحاظ سے بہترین رفیق حیات عطا فرمائے۔



هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاوى اصحاب الحديث

جلد: 2 صفحہ: 484